21

دُعاؤں کے قبول ہونے کے وقت سے فائدہ اٹھاؤ

(فرمودہ ۷؍ جولائی ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرة: ۱۸۷)

ہر ایک کام کا ایک وقت ہوتا ہے اس وقت جس خوبی اور عمدگی سے وہ کام ہو سکتا ہے دوسرے وقت میں اس خوبی اور عمدگی سے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات چھوٹے چھوٹے کاموں سے لے کر بڑے بڑے کاموں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ ہر ایک کام اپنے خاص وقت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ اس وقت میں اگر کیا جائے تو جیسے اعلیٰ درجہ کے نتائج اس سے مترتب ہوتے ہیں دوسرے وقت میں ویسے نہیں ہو سکتے اور بعض کام تو اس قسم کے ہیں کہ اگر ان کے مقررہ وقت پر انہیں نہ کیا جائے۔ تو دوسرے وقت میں ہوتے ہی نہیں۔ ہر شخص اپنے کاموں میں اس بات کو دیکھ لے۔ کہ جس رنگ میں وہ کام کرتا ہے۔ یا جو کام وہ کرتا ہے اس میں اگر غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ اصل ہر ایک کام میں جاری ہے۔ ایک زمیندار اپنے زمیندارے پر غور کر سکتا ہے۔ وہ مختلف کھیتیاں۔ غلے اور ترکاریاں بوتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ تمام سال میں جس وقت وہ بیج ڈالے۔ اسی وقت وہ کھیتی تیار ہو جائے گیہوں کے بونے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اگر اس وقت وہ نہیں بوتا تو کھیتی نہیں ہو سکتی مقررہ وقت پر اگر ادنیٰ بیج ڈالے تو بھی اچھے دانے حاصل کر لیتا ہے مگر بے وقت اگر اعلیٰ درجہ کا بیج ڈالے تو بھی کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بعض کھیتیاں تو ایسی ہیں کہ اگر انہیں وقت مقررہ پر بویا جائے تو اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں اور اگر دوسرے

وقت پر بویا جائے تو ہو تو جاتی ہیں مگر ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ اگر انہیں بے وقت بویا جائے تو سبزہ تو ہو جاتا ہے مگر پھل کوئی نہیں آتا یعنی نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ ہاں اگر اپنے وقت پر انہیں بویا جائے تو ان سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہی بات تمام پیشوں میں چلتی ہے۔ یعنی ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ لوہار لوہے کو تپاتا ہے اس کے تپنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ اس وقت کی ضرب جیسی کار آمد اور مفید ہوتی ہے ایسی آگے پیچھے کی نہیں ہوتی اگر زیادہ گرم ہونے پر ضرب پڑے تو بھی خراب کر دیتی ہے۔ اور اگر تھوڑے گرم پر پڑے تو بھی۔ لوہار خوب سمجھتا ہے کہ مجھے کس وقت ضرب لگانی چاہیئے۔ تمام کاموں کا یہی حال ہے۔ دیکھو اب جو لڑائی ہو رہی ہے اس کے متعلق بھی اخبار پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ سلطنتوں کے ذمہ دار اشخاص یہی کہتے ہیں کہ ہم اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جبکہ دشمن کو بالکل کچل دیں۔ یوں تو ہر روز ہی لڑائی ہوتی ہے مگر اس کے خاص خاص وقت بھی مقرر ہوتے ہیں اس وقت کی ضرب لگی ہوئی دشمن کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کا جرنیل وہی سمجھا جاتا ہے جو ایسے وقت کو معلوم کر سکے۔

میں نے ہر ایک کام کے لئے جو وقت مقرر بتایا ہے وہ کوئی جادو اور ٹونے کی طرح نہیں ہوتا کہ اس کے آنے سے کوئی خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے اس لئے وہ کام ہو جاتا ہے بلکہ میری اس سے یہ مراد ہے کہ جس وقت کسی کامیابی کے تمام سامان مہیا ہو جاتے ہیں وہی اس کے کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اگر گیہوں کا دانہ ایک خاص وقت میں بونے سے اُگتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت اس میں کوئی خاص بات پیدا ہو جاتی ہے بلکہ یہ کہ گیہوں کے اُگنے کے لئے جو سامان ضروری ہوتے ہیں وہ اس وقت مہیا ہو جاتے ہیں اگر وہی سامان کسی دوسرے وقت بھی مہیا ہو سکیں تو اس وقت بھی ضرور اُگ آئے۔ تو ضروری سامانوں کے مہیا ہونے کا نام وقت مقررہ ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا معدہ ہے رات بھر آرام پاتا ہے۔ صبح کے وقت تمام اعصاب امن اور سکون میں ہوتے ہیں۔ پہلی غذا ہضم ہو چکی ہوتی ہے اور وہ وقت ایسا ہوتا ہے جبکہ معدہ چاہتا ہے کہ اس میں غذا ڈالی جائے اور اعصاب اس بات کے منتظر ہوتے ہیں کہ خوراک کو استعمال کر کے طاقت حاصل کریں۔ اس لئے دانا لوگوں نے یہ

مثل بنالی کہ ؎ یک لقمۂ صباحی بہتر ز مُرغ و ماہی
صبح کے وقت ایک لقمہ کھانا دوسرے اوقات میں مرغ اور مچھلی کھانے سے بہتر ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس وقت اس لقمہ کو ہضم کرنے کے جیسے ذرائع موجود ہوتے ہیں کسی دوسرے وقت میں ویسے نہیں ہوتے تو وقتِ مقررہ سے مراد سامانوں کا مہیا ہونا ہوتا ہے جب کسی کام کے سب سامان مہیا ہو جاتے ہیں تو وہ اس کا وقتِ مقررہ ہوتا ہے اور اس وقت اس کا کرنا بہترین نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

میں نے پچھلے دو جمعوں میں دعا کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اور بتایا تھا کہ یہ کیسی ضروری ہے اور جو کام اس سے نکل سکتے ہیں وہ اور کسی ذریعہ سے نہیں نکل سکتے۔ آج میں اس بات کے متعلق کچھ بیان کروں گا کہ جس طرح دوسرے تمام کاموں کے لئے ایسے اوقات مقرر ہیں جن میں انہیں کرنے سے بڑے بڑے اعلیٰ ثمرات پیدا ہوتے ہیں اس طرح دعا کے بھی اوقات مقرر ہیں۔ ان وقتوں میں کی ہوئی دعا بھی بہت بڑے نتائج پیدا کرتی ہے اور دوسرے اوقات میں اس سے دوگنی چوگنی دعا بھی وہ کام نہیں کرتی جو وقتِ مقررہ کی ایک سیکنڈ کی دعا کر جاتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ [1] مظلوم کی دعا سے ڈرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کی دعا قبول ہونے کا وہ وقت ہوتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے اوپر ہر طرف سے مصائب ہی مصائب دیکھتا۔ اور خدا کے سوا کوئی سہارا نہیں پاتا تو اس کی تمام توجہ خُدا ہی کی طرف پھر جاتی ہے اور وہ تمام دکمال خدا ہی کے آگے گر پڑتا ہے۔ اس وقت وہ جو دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے کیونکہ دعا کے قبول ہونے کے سامانوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا سامان یہ بھی ہے کہ انسان کی ساری توجہ ہر طرف سے ہٹ کر خدا ہی کی طرف ہو جائے چونکہ مظلوم کی یہی حالت ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے یہ بھی ایک ایسا موقعہ ہوتا ہے جبکہ اس کی دعا تمام روکوں کو چیرتی ہوئی آسمان پر جا پہنچتی ہے۔

اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اور اوقات بھی ہیں لیکن وہ روحانی ہیں جن کا بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں اور پھر ان کا سمجھانا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ وہ ظاہری سامانوں کی حد بندی کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب

---

[1] بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم۔

کی خاص حالتیں اور کیفیات ہیں جنہیں وہ انسان محسوس کر سکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو۔ گو خدا تعالےٰ نے ان کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے بھی سامان مہیا فرما دیئے ہوئے ہیں مگر پھر بھی ان کا بہت کچھ تعلق ذوق سے ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے ان کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ مَیں جب حضرت خلیفۂ اوّلؓ سے بخاری پڑھا کرتا تھا تو ایک رؤیا دیکھا جس کا تعلق اس بات سے تھا کہ ایک حدیث پڑھی۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وحی کے متعلق پوچھا گیا۔ کہ کس طرح ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کصلصلة الجرس[1]۔ مجھے اس سے تعجب ہؤا کہ گھنٹے کی آواز سے وحی کو کیا تعلق ہے۔ رؤیا میں مَیں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا مَیں نے دیکھا کہ میرا دل ایک کٹورے کی طرح ہے۔ جیسے مراد آبادی کٹورے ہوتے ہیں۔ اس کو کسی نے ٹھکورا ہے جس سے ٹن ٹن کی آواز نکل رہی ہے اور جوں جوں آواز دھیمی ہوتی جاتی ہے مادہ کی شکل میں منتقل ہوتی جاتی ہے۔ ہوتے ہوتے اس سے ایک میدان بن گیا ہے اس میں سے مجھے ایک تصویر سی نظر آئی جو فرشتہ معلوم ہونے لگا۔ مَیں اس میدان میں کھڑا ہو گیا۔ اس فرشتہ نے مجھے بلایا۔ اور کہا کہ آگے آؤ۔ جب مَیں اس کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا۔ کیا مَیں تم کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ مَیں نے کہا سکھاؤ اس نے سکھانی شروع کی۔ سکھاتے سکھاتے جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچا۔ تو کہنے لگا تمام مفسرین میں سے کسی نے اس سے آگے کی تفسیر نہیں لکھی سارے کے سارے یہاں آکر رہ گئے ہیں لیکن مَیں تمہیں اگلی تفسیر بھی سکھاتا ہوں چنانچہ اس نے ساری سکھائی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اس بات پر غور کیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ تمام مفسرین نے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تک کی تفسیر کی ہے۔ آگے کی کسی نے نہیں کی۔ اس کے متعلق میرے دل میں یہ تاویل ڈالی گئی کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تک تو بندے کا کام ہے جو اس جگہ ختم ہو جاتا ہے۔ آگے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے خدا کا کام شروع ہو جاتا ہے تو تمام مفسرین کے اس حصہ کی تفسیر نہ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس حصہ کی تفسیر تو کر سکتا ہے جو انسانوں کے متعلق ہے

---

[1] بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور جن کاموں کو انسان کرتا ہے ان کو بیان کر سکتا ہے مگر اس حصہ کی تفسیر کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے جس کا کرنا خدا تعالٰے سے تعلق رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے دو حصے ہیں۔ آدھی بندہ کے لئے اور آدھی خدا کے لئے[1] آدھی میں بندہ طالب اور خدا مطلوب۔ آدھی میں خدا طالب ہے اور بندہ مطلوب۔ جس حصہ میں بندہ طالب ہے اور خدا مطلوب۔ اس کے متعلق وہ بتا سکتا ہے اور دوسرا حصہ جو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔ اور اس حصہ کی کوئی کیفیت نہیں بیان کر سکتا اسی سبب سے سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ انسان کا قلبی تعلق جو خدا سے ہوتا ہے اس کی نسبت پیر اپنے مرید کا اور مرید اپنے پیر کا پتہ نہیں لگا سکتا ہے کہ کس قدر ہے[2] تو ابتداء سے وہ باریک کیفیات شروع ہوتی ہیں جن کو کوئی انسان بیان نہیں کر سکتا اسی طرح دعا کے متعلق بعض ایسی باتیں ہیں جن کو انسان نہیں بتا سکتا۔ ہاں جس پر وہ وارد ہوتی ہیں وہ انہیں خوب جانتا ہے۔ لیکن بعض باتیں خدا نے اپنے فضل اور کرم سے انعام کے طور پر لوگوں کو بتا بھی دی ہیں تا کہ وہ لوگ جو قلبی کیفیات سے واقف نہیں ہوتے وہ بھی ان پر عمل کرکے دعا کا مزہ چکھ لیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک مظلوم کی دعا ہوتی ہے۔

بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مصائب اور مشکلات کے وقت اپنے لئے یا دوسروں کے لئے بد دعا کر بیٹھتے ہیں۔ اور وہ موقع جو خدا نے ان کو دعا کے قبول کرانے کا دیا تھا کھو دیتے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اس وقت جبکہ کوئی مظلوم ہو۔ کسی قسم کی بد دعا نہ کرے بلکہ اپنے لئے دعا کرے کیونکہ خدا نے اسے دعا کرنے کے لئے بہت عمدہ موقعہ دیا ہے۔ اور دعا کے قبول ہونے کا یہ ایک ایسا وقت ہے جسے ہر ایک شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اسی طرح دعا کے قبول ہونے کا ایک اور وقت ہے جس کے معلوم کرنے کے لئے بھی باریک کیفیات سے واقف ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ وقت

---

[1] مسلم باب وجوب القراءۃ الفاتحۃ فی کلّ رکعۃٍ۔ [2] فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۷

رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کو خدا تعالیٰ نے روزوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کا روزوں سے ضرور بہت بڑا تعلق ہے۔ اس کے روزوں کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ایک مظلوم کی ساری توجہ محدود ہو کر ایک ہی طرف یعنی صرف خدا ہی کی طرف لگ جاتی ہے اسی طرح ماہِ رمضان میں مسلمانوں کی توجہ خدا کی طرف ہو جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی بہت سی چیز محدود ہو جائے تو اس کا زور بہت بڑھ جاتا ہے چنانچہ جہاں دریا کا پاٹ تنگ ہوتا ہے وہاں پانی بڑے زور سے چلتا ہے اور جہاں چوڑا ہوتا ہے۔ وہاں ایسا زور نہیں ہوتا کشمیر کے راستہ میں جہلم کا دریا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جہاں پہاڑوں سے تنگ ہو کر گزرتا ہے وہاں اگر اس میں بڑی بڑی لکڑیاں ڈال دی جائیں تو بھی ان کو چور چور کر دیتا ہے لیکن وہی دریا جب نیچے آکر چوڑا ہو جاتا ہے تو لوگ اس میں تیرتے اور کشتیاں چلاتے ہیں۔ تو جو چیز پھیلی ہوئی ہو۔ اس کا زور کم ہوتا ہے اور جو محدود ہو اس کا زیادہ۔ جب کسی انسان کی دعا ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ اس کی نظر بہت سی طرفوں میں جا سکتی ہے۔ یعنی کبھی وہ سمجھتا ہے کہ فلاں اسباب سے کامیاب ہو جاؤں گا کبھی فلاں سے۔ کبھی کسی ذریعہ کو کامیابی کی راہ سمجھتا ہے کبھی کسی کو۔ ایسی حالت میں اس کی دعا ایک وسیع میدان میں سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ مگر جو شخص مظلوم ہوتا ہے اس کی دعا محدود ہو جاتی ہے۔

دعا۔ خواہش۔ آرزو اور التجا۔ ان چاروں چیزوں کا ایک بڑا سمندر ہے جس میں پھیل کر انسان کی دعا کمزور ہو جاتی ہے مگر مظلوم کے لئے یہ سارے دروازے بند ہوتے ہیں اور صرف خدا ہی کی طرف کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اس لئے اس کی دعا میں ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے اور اس کے راستہ میں جو چیز روک بنتی ہے اسے اکھاڑ کر دور پھینک دیتی ہے تو ایک مظلوم کے لئے وہ سامان مہیا ہو جاتے ہیں جو دعا کے قبول ہونے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت سے وہ فائدہ اٹھائے تو اس کے لئے بڑے نیک نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا باعث ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ اس مہینہ

میں ایک جماعت کا اتحاد ہو جاتا ہے یوں تو دوسرے دنوں میں بھی مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہوتی ہے جو راتوں کو عبادت کرتی ہے مگر اس زمانہ میں لوگوں کا اکثر حصہ ایسا ہے جو تمام رات آرام سے پڑا سوتا ہے لیکن رمضان کے مہینہ میں سحری کی خاطر سب کو اٹھنا پڑتا ہے اور جب کوئی اٹھتا ہے تو سوائے اس کے جو بہت ہی غافل ہو ہر ایک کچھ نہ کچھ عبادت بھی کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جو مجھے وقت ملا ہے اس سے فائدہ ہی اٹھا لوں۔ تو جس طرح ایک چیز میں محدود ہو کر بہت زور پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ہر روز ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی دعائیں پڑنے سے بھی بہت زور پیدا ہو جاتا ہے رمضان میں لاکھوں لاکھ انسانوں کی پے درپے دعائیں جب خدا کے حضور پہنچتی ہیں تو ضرور قبول ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی دعائیں رد کرنے میں بڑا محتاط ہے۔ پس ایسی حالت میں اگر ظاہری سامان نہ بھی ہوں تو بھی خدا تعالےٰ قبول کر لیتا ہے۔ پھر ان دعا کرنے والوں سے بعض ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جن کی دعائیں خدا کے حضور منظور ہونی ہوتی ہیں اور بعض کمزور بھی ہوتے ہیں مگر جب سارے مل کر دعائیں کرتے ہیں تو سب کی قبول ہو جاتی ہیں اور کمزور بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ دیکھو فوجیں لڑتی ہیں ان میں سے سارے سپاہی بہادر نہیں ہوتے مگر ایک پلٹن ایک کمپنی ایک رجمنٹ ایک بٹالین میں سے جب دو تین آدمی بہادری کے تمغے حاصل کر لیتے ہیں تو ساری بٹالین مشہور ہو جاتی ہے۔ اب کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس میں کے فلاں فلاں سپاہی بہادر نہیں۔ بلکہ سب کو مجموعی طور پر بہادر کہا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خاص انعام خاص اشخاص کو ہی ملتے ہیں۔ مگر عام شہرت میں بزدل بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں جب ایک جماعت مل کر دعائیں کرتی ہے تو کمزوروں کی دعائیں بھی قبول ہو جاتی ہیں۔

ان دنوں کی دعائیں خاص طور پر مقبول ہوتی ہیں اس لئے کہ ہزاروں انسانوں کی توجہ مل کر خدا تعالےٰ کے حضور پیش ہوتی ہے جسے اللہ تعالےٰ رد نہیں کرتا۔ پھر تمام جماعت کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے ایک نہیں دو نہیں بلکہ سارے کے سارے ایسے وقت میں جو کہ آرام حاصل کرنے کا ہوتا ہے خدا کے حضور کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان کی دعا

قبول نہ ہو۔ درد اور کرب کی دعا تو ضرور ہی سُنی جاتی ہے چنانچہ حضرت یونسؑ کی قوم کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تباہ ہونے لگی تھی اور آخیر وقت تک حضرت یونسؑ سے ٹھٹھا کرتی رہی۔ لیکن جب عذاب کے آثار ظاہر ہونے لگے تو وہ اپنے جانوروں بیوی بچوں کو لے کر باہر نکل گئے۔ اور جنگل میں جا کر جانوروں کے آگے سے چارہ ہٹا لیا۔ اور بچوں کو ماؤں سے الگ کر دیا۔ اور مرد و عورت سب اعلیٰ لباس اتار کر سادہ کپڑے پہنکر دعائیں کرنے لگے ادھر جانوروں اور بچوں نے چیخنا شروع کر دیا ادھر مردوں عورتوں نے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر خدا تعالےٰ نے ان کو بخش دیا اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ حالانکہ وہ نہ ٹلنے والا عذاب تھا[1] خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں ان کے معاف کرنے کو ایک خاص بات قرار دیا ہے[2] جس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا کے حضور جھک گئے تھے۔ رمضان میں مسلمانوں کی حالت بھی گویا یونسؑ کی قوم کی حالت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ الٰہی میری ساری امت تباہ نہ ہو اور خدا نے قبول کر لی تھی[3] میرے خیال میں آپؐ کی امت کے تباہ نہ ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ مسلمان رمضان میں جو دعائیں کرتے ہیں وہ قبول کی جاتی ہیں۔

پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے ایک خاص وقت ہے۔ نادان ہے جو اس کو غفلت میں کھودے اور بعد میں افسوس کرنے لگے کسی نے سچ کہا ہے۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلۂ خود باید زد۔ جو گھونسا جنگ کے بعد یاد آئے اسے اپنے سر پر مارنا چاہیئے۔ یہ دس دن ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اپنے لئے اسلام کی ترقی کے لئے۔ جماعت کی ان مشکلات کے دور ہونے کے لئے جو اس کے رستہ میں حائل ہیں۔ خدا کے فضل کے شامل حال ہونے کے لئے دعائیں کرنے کا یہ تمھیں موقعہ ملا ہے۔ ماہِ رمضان میں ان لوگوں کو بھی جاگنے کا موقعہ مل جاتا ہے جنہیں عام طور پر جاگنے کی عادت نہیں ہوتی۔ اس لئے انہیں بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ کے رحم اور نوازش کو دیکھو

---

[1] بائیبل۔ یوناہ نبی کی کتاب باب۳۔ [2] یونس: ۹۹۔
[3] مسلم کتاب الفتن باب ھلاک ھذہ الامۃ بعضھم ببعض۔

انسانوں کے لئے مجبور کر کے ایسے سامان مہیا کرتا ہے کہ جن سے انہیں فائدہ ہو۔ یہی رمضان کا مہینہ دیکھو۔ سب کو جاگنے کے لئے مجبور کر دیا۔ گویا خود جگا کر کہہ دیا کہ لو جو مجھ سے مانگنا ہے مانگ لو۔ کیسا نادان ہے وہ شخص جو اس موقعہ سے فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ خدا تعالےٰ نے ہمارے لئے سب سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ باقی ان سے فائدہ اٹھانا یہ ہمارا اپنا کام ہے۔

کچھ عرصہ سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری جماعت میں دعائیں کرنے کے متعلق سُستی ہوتی جاتی ہے۔ کئی لوگوں کو رؤیا میں بھی اس سے آگاہ کیا گیا ہے۔ کہ قادیان کے لوگ دعاؤں میں سست ہو گئے ہیں۔ اس سستی کو مَیں خود بھی محسوس کر رہا ہوں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت نے اپنی کامیابیاں دیکھ کر سمجھ لیا ہے کہ بس اب ہمارا کام ہو گیا ہے لیکن کیسا نادان ہے وہ شخص جو راستہ میں سست ہو جائے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسی ایک کچھوے اور خرگوش کی کہانی مشہور ہے کہ دونوں ایک جگہ سے ایک مقام کی طرف اس شرط پر روانہ ہوئے کہ کون پہلے پہنچتا ہے۔ خرگوش جلدی جلدی چھلانگیں مارتا ہوا مقررہ مقام سے کچھ ورے جا کر اس خیال سے سو گیا کہ کچھوا یہاں تک بہت دیر کو پہنچے گا اتنا عرصہ مَیں آرام کر لوں لیکن وہ وہاں ہی سویا رہا۔ جب کچھوا آہستہ آہستہ مقررہ مقام پر پہنچ گیا تو اس کی نیند کھلی تو یہ بہت کم عقلی کی بات ہے۔ کہ انسان اپنی ترقی پر فخر کر کے کہہ دے کہ میری ہمت اور کوشش کی حد ہو گئی ہے۔ دوسری قوموں کو تو جانے دو۔ لاہوریوں کو ہی دیکھو۔ ابھی تک تمہارے راستہ سے دور نہیں ہوئے۔ پس تمھیں سست نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ مومن کبھی سُست نہیں ہوتا۔

خلافت کے متعلق جب جھگڑا پیدا ہوا تو مَیں نے بہت دُعائیں کیں کہ الٰہی اس کے متعلق حق حق سمجھا دے۔ آخری رات کو ارادہ کیا کہ مَیں وہاں نہیں جاؤں گا۔ جب فیصلہ ہو جائے گا تب جاؤں گا لیکن جب صبح کو اٹھا تو میری زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ کہ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ۔ میں نے قُلْ سے پتہ لگا لیا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو گویا ہم کو جھاڑ تھی لیکن اب ہماری تائید میں ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کہدو کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں تو کیا خدا اس بات کا محتاج ہے کہ تمہاری ترقی تمہارے آرام

اور تمہاری بکجہتی کے لئے اسباب مہیا کرے اور تم غافل بیٹھے رہو۔
پس خوب سمجھ لو کہ اگر تم آہ و بکا اور عجز و انکسار میں سستی کرو گے تو خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے انسان خدا کا محتاج ہے نہ کہ خدا انسان کا۔ انسان کو خدا کی ضرورت ہے نہ کہ خدا کو انسان کی۔ ہم فقیر ہیں اور خدا غنی اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ کہ وہ ہمیں اپنے فضل اور رحم سے جگائے اور پھر بھی ہم اس سے کچھ نہ مانگیں۔ پس سستی کو چھوڑ کر دعائیں کرنے کی عادت ڈالو۔ کئی لوگ صرف فرض عبادت کو ضروری سمجھتے ہیں اور دعائیں اور ذکرِ الٰہی کرنے سے غافل رہتے ہیں۔ مگر یہ بھی دہریت کی ایک رگ ہے جب کوئی قوم ذکرِ الٰہی کو چھوڑ دیتی ہے تو ایک فضول چیز کی طرح نکال کر پھینک دی جاتی ہے۔ مدرسہ کے افسروں کو چاہیئے کہ اپنے اندر دعا اور ذکر الٰہی کرنے کی عادت ڈالیں اور پھر طالب علموں کو اس میں لگائیں۔ تم سب لوگ چوکس اور ہوشیار رہو۔ اور ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہو۔ مگر آجکل خاص دن ہیں ان میں ضرور ضرور بہت بہت دعائیں کرو۔ تا کہ خدا تعالے ان روکوں کو ہٹا دے جو ہمارے راستہ میں ہیں۔
اللہ تعالے ہماری جماعت کو سمجھ دے۔ خصوصًا قادیان کے لوگوں کو۔ کہ دعا کرنے میں کبھی سست نہ ہوں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ ہم ہر وقت خدا تعالے کی مدد اور تائید کے محتاج ہیں اور جتنی جتنی ہماری عمریں بڑھتی جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ احتیاج بھی ہوتی جاتی ہے اس لئے کبھی سست نہیں ہونا چاہیئے۔ جس قدر امتحان کے دن قریب آتے ہیں اسی قدر زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور اس وقت سست لڑکے بھی چست بن جاتے ہیں۔ تم بھی کسی وقت سست نہ ہو اور کبھی یہ نہ سمجھو کہ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ موت تک تمہارا کام ختم نہیں ہو سکتا۔ پس خدا تعالے کے حضور دن رات ایک کر کے عرض کرو۔ اور دعاؤں کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے۔ غرضیکہ ہر وقت وردِ زبان رکھو۔ دعا صرف زبان سے ہی نہیں کی جاتی۔ بلکہ ہر ایک عضو دعا کرتا ہے۔ کیا جب آنکھیں عجز و نیاز سے آنسو بہاتی ہیں تو وہ دعا نہیں ہوتی۔ پھر کیا جب عاجزانہ شکل بنتی ہے تو وہ منہ دعا نہیں کرتا۔ یا جب ہاتھ گھٹنوں پر گرتے ہیں تو دعا نہیں کرتے یا جب

کہ خدا کے حضور جھکتی ہے تو وہ دُعا نہیں کرتی۔ سب اعضاء پاؤں۔ ماتھا۔ ناک کان۔ انگلیاں سب دعا کرتی ہیں اور سب سے زیادہ دل دعا کرتا ہے۔ پس ہر وقت دعا کی عادت ڈالو۔ عادت سے مراد غفلت کی عادت نہیں بلکہ تکرار کی عادت ہے کہ تمہیں ہر وقت خدا یاد رہے۔ جب ایسا کرو گے تو خدا کے فیض کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ پھر تم دیکھو گے کہ خدا نے سچ کہا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ خدا تعالیٰ ہمیں دعائیں کرنے کی توفیق دے اور ان کو قبول کر کے ہمیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔

(الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۱۶ء)